بیس رکعات تراویح کے دلائل پر منکرین کے اعتراضات کا علمی جائزہ

از قلم: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

راقم نے پندرہ دلائل پر مشتمل ایک پوسٹر ''بیس رکعات تراویح کے دلائل'' کے عنوان سے ترتیب دیا تھا جسے علمی اور عوامی حلقوں میں بے حد پزیرائی اور مقبولیت حاصل ہوئی، خصوصاًوہ حضرات جن کو غیر مقلدین کے یہ بے بنیاد دعوے سننے پڑ رہے تھے کہ ''بیس رکعت تراویح کی کوئی دلیل نہیں'' انہیں یہ دلائل دیکھ کر قلبی تشفی ہوئی۔وللہ الحمد

چاہیے تو یہ تھا کہ یہ فرقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے اس عمل پر دلائل سن کر عمل کی راہ اختیار کرتا لیکن افسوس صد افسوس کہ ان دلائل پر بے بنیاد اور غیر سنجیدہ اعتراضات کر کے اس فرقہ نے مسلمانوں کے اس اجماعی موقف پر ہاتھ صاف کرنے کی ناکام کوشش کی اور انکار حدیث کرنے والوں کی صف میں شامل ہونے کی کوشش میں رہا۔

اس فرقہ کے عوام وخواص نے جو اعتراضات ان دلائل پر کیے ہیں ہم ترتیب وار ان کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ عامۃ المسلمین کی تشفی اور غیر مقلدین کی ہدایت کا سامان بنے۔وماتوفیقی الا باللہ

دلیل نمبر 1 :

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ حَمْزَۃُ بْنُ یُوْسُفَ السَّھْمِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْالْحَسَنِ عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَحْمَدَ الْقَصْرِیُّ اَلشَّیْخُ الصَّالِحُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ اَلْعَبْدُ الصَّالِحُ قَالَ؛ اَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حُمَیْدِ الرَّازِیُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ھَارُوْنَ حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ الْخَبَّازِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ عَتِیْکٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللہِ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فِیْ رَمَضَانَ فَصَلَّی النَّاسَ اَرْبَعَۃَ وَّعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَاَوْتَرَ بِثَلَاثَۃٍ۔

(تاریخ جرجان لحافظ حمزۃ بن یوسف السھمی ص146)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کی ایک رات تشریف لائے۔لوگوں کو چار رکعات فرض، بیس رکعات (تراویح) اور تین رکعات وتر پڑھائے۔

اعتراض نمبر 1:

فرقہ غیر مقلدین نے اس روایت کے دو راویوں پر اعتراض کیا ہے:

1: محمد بن حمید الرازی پر محدثین نے جرح کی ہے۔

2: عمر بن ہارون البلخی بھی مجروح ہے۔

(ضرب حق: جولائی 2012ء مضمون زبیر علیزئی)

جواب:

پہلی بات..... اصولِ حدیث کا قاعدہ ہے کہ جس روایت کے مضمون پر اجماع ہو چکا ہو اور جمہور ائمہ کا تعامل اس کے مطابق ہو تو بعض راویوں کا ضعف چنداں مضر نہیں ہوتا (اور خیر سے یہ راوی حسن درجہ کے ہیں) بلکہ روایت صحیح شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:

وإذا ورد حدیث مرسل أو في أحد ناقلیه ضعیف فوجدنا ذلک الحدیث مجمعاً علی أخذه والقول به علمنا یقیناً أنه حدیث صحیح لا شک فیه•

(توجیہ النظر إلی أصول الأثر: ج1 ص141)

کہ جب کوئی مرسل روایت آئے یا کوئی ایسی روایت ہو جس کے راویوں میں سے کسی میں کوئی ضعف ہو لیکن اس حدیث کو لینے اور اس پر عمل کرنے کے سلسلہ میں اجماع واقع ہو چکا ہو تو ہم یقیناً یہ جان لیں گے کہ یہ حدیث ''صحیح'' ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔

چونکہ بیس رکعت تراویح پر اجماع ہے (ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''فضائل و مسائل رمضان'') اس لیے اگر اس حدیث کے کسی راوی میں ضعف بھی ہو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں بلکہ ایسی حدیث صحیح شمار ہو گی۔

دوسری بات..... محمد بن حمید الرازی (ت248ھ) اور عمر بن ہارون البلخی (ت294ھ) کے حالات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جہاں بعض حضرات سے جرح منقول ہے وہیں کئی جلیل القدر ائمہ محدثین نے ان کی تعدیل و توثیق اور مدح و ثناء بھی فرمائی ہے۔ دونوں کے متعلق ائمہ کی تعدیل و توثیق پیشِ خدمت ہے:

محمد بن حمید الرازی (ت248ھ)

آپ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ کے راوی ہیں۔

(تہذیب التہذیب: ج5 ص547)

درج ذیل جلیل القدر ائمہ محدثین نے آپ کی تعدیل و توثیق اور مدح فرمائی ہے مثلاً:

1:امام احمد بن حنبل: وثقہ (ثقہ قرار دیا)۔

(طبقات الحفاظ للسیوطی: ج1ص40)

اور ایک بار فرمایا "لایزال بالری علم مادام محمد بن حمید حیاً"۔(جب تک محمد بن حمید زندہ ہیں مقام ری میں علم باقی رہے گا)

(تہذیب الکمال للمزی: ج8ص652)

2:امام یحی بن معین: ثقہ، لیس بہ باس، رازی کیس [ثقہ ہے اس احادیث پر کوئی کلام نہیں، سمجھ دار ہے] (ایضاً)

3:امام جعفر بن عثمان الطیالسی: ثقہ۔

(تہذیب الکمال: ج8ص653)

4:علامہ ابن حجر: الحافظ [حافظ ہے]۔

(تہذیب التھذیب: ج5ص547)

5:علامہ ہیثمی ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: " وفی اسناد بزار محمد بن حمید الرازی وھو ثقہ "[بزاز کی سند میں محمد بن حمید الرازی ہے اور وہ ثقہ ہے]۔

(مجمع الزوائد: ج9ص475)

6:امام دار قطنی: محمد بن حمید الرازی سے مروی ایک روایت کی سند کو "اسنادہ حسن" کہا ہے۔(سنن الدار قطنی: تحت حدیث 75)

☆ناصر الدین الالبانی غیر مقلد: محمد بن حمید سے مروی روایت کو "صحیح" قرار دیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ باحکام الالبانی: تحت حدیث 1301)

عمر بن ہارون البلخی (ت294ھ)

آپ ترمذی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج:4ص315تا317)

آپ کی تعدیل وتوثیق ان ائمہ نے فرمائی ہے۔

1:امام قتیبہ بن سعید: قدوثقہ قتیبہ وغیرہ کہ امام قتیبہ وغیرہ نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

(مجمع الزوائد: ج1ص142)

و قال ایضاً: عمر بن ہارون کان صاحب حدیث کہ عمر بن ہارون محدث تھا۔

(سنن الترمذی: تحت حدیث2762)

2:امام عبدالرحمٰن بن مہدی: ما قلت فیہ الا خیرا کہ میں اس کے بارے میں خیر ہی کی بات کہتا ہوں۔

(تاریخ بغداد: ج11ص189)

اور ''وکان ابن مہدی حسن الرای فیہ'' کہ امام عبدالرحمٰن بن مہدی اس کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج:7ص148تا152)

3:امام بخاری:'' حسن الرای فیہ''کہ امام بخاری عمر بن ہارون کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے۔

(سنن الترمذی: تحت حدیث2762)

4:امام ابو عاصم: عمر عندنا احسن اخذ اللحدیث من ابن المبارک کہ ہمارے ہاں عمر بن ہارون حدیث کی طلب کے معاملے میں ابن المبارک سے زیادہ بہتر مہارت کے حامل تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج:1ص248،249)

5:علامہ ذہبی: الحافظ، الامام، المکثر، عالم خراسان، من اوعیۃ العلم''[علم کا خزانہ تھے] المحدث، وارتحل وصنف وجمع [حصول علم کے اسفار کئے، کتب تصنیف کیں اور احادیث جمع کیں]

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج:1ص:249،248، سیر اعلام النبلاء ج:7ص:148تا152)

6:حافظ ابن حجر العسقلانی: کان حافظا من کبار التاسعۃ. کہ آپ نویں طبقہ کے حافظ ہیں۔

(تقریب التہذیب: ترجمہ4979)

7:امام ابن خزیمہ: اخرج عنہ فی صحیحہ، اپنی صحیح میں ان سے تخریج کی ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ: حدیث نمبر 493)

تنبیہ:

اعتراض کرنے والے زبیر علی زئی کے نزدیک ابن خزیمہ کا کسی روایت کو تخریج کرنا اس کی تصحیح شمار ہوتا ہے۔

(دیکھیے: القول المتین: ص26 از علیزئی غیر مقلد)

اور عمر بن ہارون البلخی سے ابن خزیمہ نے روایت لی ہے۔

(حدیث نمبر 493)

لہذا زئی اصول کے تحت بھی یہ راوی قابل احتجاج ہے۔

علی زئی صاحب پر یہ شعر صادق آتا ہے:

تمہاری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی ☆☆☆ وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں تھی

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محمد بن حمید الرازی اور عمر بن ہارون البلخی پر جہاں کچھ حضرات کی جرح ملتی ہے وہاں کئی ائمہ محدثین کی تعدیل و توثیق بھی ملتی ہے، اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جس راوی کی ثقاہت و ضعف میں اختلاف ہو تو اس کی روایت حسن درجہ کی ہوتی ہے، چنانچہ قواعد فی علوم الحدیث میں ہے:

اذا کان روات اسناد الحدیث ثقات و فیہم من اختلف فیہ: اسنادہ حسن، او مستقیم اولا باس بہ•

(قواعد فی علوم الحدیث: ص75)

ترجمہ: جب کسی حدیث کے راوی ثقہ ہوں لیکن ایک راوی ایسا ہو جس کی تعدیل و توثیق میں اختلاف ہو تو اس حدیث کی سند حسن، مستقیم یا لا باس بہ [مقبول] درجہ کی ہو گی۔

اور یہ قاعدہ کئی محدثین کے ہاں ملتا ہے۔ مثلاً:

1: علامہ منذری

(مقدمۃالترغیب والترہیب: ج1ص4)

2: علامہ زیلعی

(نصب الرایۃ: ج1ص62)

3: امام ابن دقیق العید

(نصب الرایۃ: ج1ص18)

4: محقق ابن الہمام

(فتح القدیر: ج1ص68)

5: علامہ جلال الدین سیوطی

(التعقبات للسیوطی: ص54)

6: حافظ ابن حجر عسقلانی

(تہذیب التہذیب: ج5ص260 ترجمہ عبداللہ بن صالح)

لہذا اصولی طور پر یہ روایت ''حسن'' درجہ کی ہے۔ مزید یہ کہ یہ روایت اس لحاظ سے بھی بے حد قوی اور ٹھوس ہے کہ عہد فاروقی اور عہد علوی میں مسلمانوں کا عمل اسی کے موافق رہا ہے (حوالہ جات آگے آرہے ہیں)، ائمہ اربعہ کے اقوال بھی اسی کے موافق ہیں اور عہد فاروقی کے بعد پوری امت کا عمل بھی اسی کے موافق رہا ہے۔ ان باتوں کے بعد یہ حدیث اس قدر قوی ہو جاتی ہے کہ غیر مقلدین کا اسے ''ضعیف'' وغیرہ کہہ کر جان چھڑانا ناممکن سی بات ہو جاتی ہے۔

اعتراض نمبر2:

بعض غیر مقلدین نے یہ اشکال کیا ہے:

''گھمن نے ترجمہ میں بددیانتی کی ہے۔ چار رکعت فرض کا اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے کیونکہ اس روایت سے چوبیس رکعات تراویح کا ثبوت ملتا تھا۔'' (الحدیث ش76ص33)

جواب:

راقم نے سہ ماہی مجلہ " قافلہ حق"ج:4ش:3 میں ایک تحقیقی مضمون "مسئلہ 20 تراویح...دلائل کی روشنی میں" تحریر کیا تھا۔ بعض آل حدیث نے الحدیث ش76 میں بازاری زبان استعمال کر کے اس پر لایعنی اعتراض کئے جن میں سے ایک اعتراض یہی تھا جس کا جواب ادارہ کی جانب سے اگلے شمارہ میں دے دیا گیا، افادۃ پیش خدمت ہے:

"حدیث مبارک کے متن میں الفاظ موجود ہیں [اربعۃ وعشرین رکعۃ واوتر بثلاثۃ] اس میں جماعت کے ساتھ ادا کی گئی مکمل نماز کا ذکر ہے اور یہ ہر وہ شخص سمجھتا ہے جو عقل کی نعمت سے محروم نہ کر دیا گیا ہو کہ رمضان المبارک میں امام پہلے باجماعت چار فرض اور پھر بیس رکعات تراویح اور آخر میں تین رکعات وتر پڑھاتا ہے۔ رکعات کی ایسی توجیہہ اور وضاحت خود محدثین وشارحین کا طریقہ ہے جن سے غیر مقلدین ناآشنا ہیں۔ چند محدثین کی اس طرز کی وضاحت پیش خدمت ہے۔

1: امام ابن بطال م449ھ نے حضرت عطاء بن ابی باح سے " یصلون ثلاثا وعشرین رکعۃ" نقل کیا یعنی وہ حضرات 23 رکعات ادا فرماتے تھے اور پھر یوں وضاحت فرمائی " الوتر منھا ثلاثا" کہ ان میں تین رکعات وتر ہے۔

(شرح البخاری لابن بطال ج3ص146)

2: امام ابن عبدالبر م463ھ نے سائب بن یزید سے "وکان القیام علی عھدہ [یعنی علی عھد عمر] بثلاث وعشرین رکعۃ" یعنی حضرت عمر کے زمانہ مبارک میں 23 رکعت ادا کی جاتی تھیں اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ "وھذا محمول علی ان الثلاث للوتر" یہ اس بات پر محمول ہے کہ تین رکعات وتر ہوتے تھے۔

(التمہید لابن عبدالبر ج3ص519، الاستذکار لابن عبدالبر ج2ص96

ومثلہ فی عمدۃ القاری علی البخاری لحافظ العینی عن ابن عبدالبر ج8ص245)

3: امام ابن عبدالبر نے ہی سید نا اب عباس سے مرفوعاً یہ الفاظ تخریج فرمائے ہیں کہ " کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ" کہ آپ رمضان میں بیس رکعات ادا فرماتے تھے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ وھذا ایضا سوی الوتر اور یہ وتر کے علاوہ کی نماز ہے۔

(التمہید: ج4ص519)

4: امام ابن حجر ج852ھ نے سید نا سائب بن یزید سے " عشرین رکعۃ" نقل فرمایا اور پھر یوں وضاحت فرمائی کہ وھذا محمول علی غیر الوتر اور یہ وتر کے علاوہ پر محمول ہے۔

(فتح الباری ج4ص321)

غیر مقلدین کی خدمت میں ''عرض'' ہے کہ یہ بددیانتی راقم کے حصہ میں آتی ہے یا دیگر محدثین وشارحین کو بھی اس کا حصہ ملے گا؟! فوااسفا...

دلیل نمبر2 :

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ عَبْدُاللہِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ شَیْبَۃ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ ہَارُوْنَ قَالَ اَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ عُثْمَانَ عَنِ الْحَکَمِ عَنْ مُقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَالْوِتْرَ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص286؛ معجم کبیر طبرانی ج5ص433)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں بیس رکعات نماز (تراویح) اور وتر پڑھاتے تھے۔

اعتراض:

علیزئی صاحب غیر مقلد نے لکھا: ''ہذا حدیث ضعیف''

(تعدادِ رکعات قیام رمضان: ص28)

نیز اس کے ایک راوی ابراہیم بن عثمان پر جرح بھی کی ہے۔

(ماہنامہ ضرب حق سرگودھا: جولائی 2012ء)

یہی کچھ غلام مصطفی غیر مقلد نے لکھا ہے۔

(آٹھ رکعت نماز تراویح: ص6)

جواب نمبر1:

اولاً:۔۔۔ ''ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ العنبسی'' جن پر غیر مقلدین نے نقل جرح کی ہے وہ اتنا بھی مجروح نہیں کہ اس کی روایت کو رد کر دیا جائے، بلکہ بعض محدثین سے اس کی تعدیل وتوثیق اور مدح وثناء بھی ثابت ہے۔

1: امام شعبہ بن الحجاج (م160ھ) نے ابوشیبہ سے روایت لی ہے۔

(تہذیب الکمال للمزی: ج1ص268، تہذیب التہذیب: ج1ص136)

اور غیر مقلدین کے ہاں اصول ہے کہ امام شعبہ اس راوی سے روایت لیتے ہیں جو ثقہ ہو اور اس کی احادیث صحیح ہوں۔

(القول المقبول فی شرح صلوۃ الرسول از ابو عبد السلام: ص386، نیل الاوطار: ج1ص16)

اگر ابو شیبہ اتنا ضعیف راوی ہوتا جتنا غیر مقلدین کہتے ہیں تو پھر امام شعبہ ان سے روایت نہ لیتے۔

2: امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ الاساتذہ حضرت یزید بن ہارون رحمہ اللہ، ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ کے زمانہ قضاۃ میں ان کے کاتب تھے اور ان کے بڑے مداح تھے، فرماتے ہیں: ''ما قضی علی الناس یعنی فی زمانہ اعدل فی قضاء منہ''

(تہذیب الکمال ج1ص270)

ترجمہ: ابراہیم بن عثمان کے زمانہ قضاء میں ان سے بڑھ کر کوئی قاضی نہیں ہوا۔

3: امام ابن عدی فرماتے ہیں: لہ احادیث صالحۃ

(تہذیب الکمال ج1ص270)

ترجمہ: ابو شیبہ کی احادیث درست ہیں۔

مزید فرماتے ہیں: وھو وإن نسبوہ إلی الضعف خیر من إبراھیم بن أبي حیۃ۔

(تہذیب الکمال ج1ص270)

ترجمہ: لوگوں نے ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ کی طرف ضعیف ہونے کی نسبت کی ہے، لیکن یہ ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہے۔

اور ابراہیم بن ابی حیہ کے بارے میں امام یحیٰی بن معین فرماتے ہیں: ثقۃ کبیر۔

(لسان المیزان ج1ص52 رقم الترجمۃ 127)

ترجمہ: یہ شیخ ہیں اور بڑے ثقہ ہیں۔

تو جب ابراہیم بن ابی حیہ امام یحیٰی بن معین کے ہاں ثقہ ہے تو ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ حد درجہ ضعیف کیوں؟ اور اس کی حدیث ضعیف کیوں؟!

ثانیاً:۔۔۔ ابراہیم بن عثمان پر کی گئی جروح میں سے بعض جروح مبہم و غیر مفسر ہیں اور بعض جروح غیر مقبول اور مردود بھی ہیں۔ مثلاً زئی صاحب نے لکھا ہے: ''اسے شعبہ نے جھوٹا کہا ہے۔''

(تعدادِ رکعات قیام رمضان: ص29)

لیکن علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر کی پوری عبارت سامنے رکھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام شعبہ کی یہ جرح نا قابل قبول ہے۔ خود علامہ ذہبی کے ہاں بھی یہ جرح غلط ثابت ہوتی ہے۔ عبارت یہ ہے:

کذبہ شعبۃ لکونہ روی عن الحکم عن ابن ابی لیلیٰ انہ قال شہد صفین من اہل بدر سبعون فقال شعبۃ کذب واللہ لقد ذاکرت الحکم فما وجدنا شہد صفین احدا من اہل بدر غیر خزیمۃ۔ قلت: سبحان اللہ! اما شہدہا علی؟ اما شہدہا عمار؟

(میزان الاعتدال للذہبی: ج1 ص84)

ترجمہ: امام شعبہ نے ابراہیم بن عثمان کو جھوٹا اس وجہ سے کہا ہے کہ اس نے حکم سے روایت کی کہ ابن ابی لیلیٰ نے کہا جنگ صفین میں ستر بدری صحابہ شامل تھے۔ شعبہ نے کہا واللہ! ابراہیم بن عثمان نے تو جھوٹی بات کہی ہے۔ میں نے خود امام حکم سے مذاکرہ کیا تو سوائے حضرت خزیمہ کے کسی کو اہل بدر سے نہیں پایا۔ میں (ذہبی) کہتا ہوں: سبحان اللہ! کیا صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر نہ تھے؟ کیا صفین حضرت عمار رضی اللہ عنہ حاضر نہ تھے؟

اس تفصیل سے امام شعبہ کی تکذیب کی حقیقت واضح ہو گئی کہ انہوں نے تکذیب صرف اس وجہ سے کی تھی کہ ابراہیم نے حکم کے واسطے سے ابن ابی لیلیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ صفین میں ستر بدری صحابہ شریک تھے۔ تو اس سے ابراہیم کا جھوٹا ہونا کیسے ثابت ہوتا ہے؟ بلکہ جھوٹ تو اس وقت ثابت ہوتا کہ جب شعبہ حکم کے پاس مذاکرہ کرنے گئے تو حکم سرے سے اس بیان کا انکار کر دیتے لیکن حکم اس کا انکار نہیں کرتے، بلکہ مذاکرہ سے صرف ایک صحابی ثابت ہوا۔ معلوم ہوا کہ امام حکم نے بیان کیا تھا لیکن اب وہ ستر کا عدد ثابت نہ کر سکے۔ تو اس میں ابراہیم کا کیا قصور ہے؟! علاوہ ازیں علامہ ذہبی نے بھی امام شعبہ کے اس بیان کو یوں رد کر دیا کہ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی تو یقیناً شریک تھے۔ تو پھر متعین ایک ہی کیسے ثابت ہوا کم سے کم تین کہیے۔ یعنی اس طرح اور تحقیق کر لیجیے ممکن ہے اور نکل آئیں۔ معلوم ہوا کہ امام ذہبی کے نزدیک بھی شعبہ کی یہ جرح مردود ہے، لیکن علی زئی صاحب کی ''دیانت'' کو بھی داد دیجیے۔

ثالثاً:۔۔۔ ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ پر کچھ کلام بھی کیا گیا ہے اور اسے ضعیف بھی بتلایا گیا ہے لیکن یہ اتنا بھی ضعیف نہیں کہ اس کی روایت کو مطلقاً ترک کر دیا جائے بلکہ دیگر مؤیدات کی وجہ سے (جن کا بیان آگے آ رہا ہے) یہ روایت اس قدر مستحکم و قوی ہو جاتی ہے کہ ضعیف کہہ کر جان چھڑانا ناممکن سی بات ہے۔ چنانچہ چنانچہ محدث شہیر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی فرماتے ہیں:

''ابو شیبہ کی یہ حدیث چاہے اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہو مگر اس لحاظ سے وہ بے حد قوی اور ٹھوس ہے کہ عہد فاروقی کے مسلمانوں کا اعلانیہ عمل اس کے موافق تھا یا کم از کم آخر میں وہ لوگ اسی پر جم گئے اور روایتوں سے حضرت علی کے زمانہ کے مسلمانوں کا عمل بھی اسی کے موافق ثابت ہوتا ہے اور ہر چار

ائمہ مجتہدین کے اقوال بھی اسی کے مطابق ہیں اور عہد فاروقی کے بعد سے ہمیشہ امت کا عمل بھی بلااضافہ یااضافہ کے ساتھ اس کے موافق رہا ہے ان باتو ں کے انضمام سے ابوشیبہ کی حدیث اس قدر کی قوی و مستحکم ہو جاتی ہے کہ اس کے بعد اس کو ضعیف کہہ کر جان چھڑانا ناممکن سی بات ہو جاتی ہے"

(رکعات تراویح ص60)

جواب نمبر2:

اس روایت کو تلقی بالقبول حاصل ہے (یعنی امت اس پر عمل کرتی چلی آرہی ہے اور آج تک بیس رکعت پر عمل پیرا ہے۔ ملاحظہ ہو مسجد نبوی کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے سابق قاضی شیخ عطیہ سالم کی کتاب "التراویح اکثر من الف عام" جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ مسجد نبوی میں چودہ سو سالہ مدت میں بیس رکعت تراویح متواتر عمل ہے اس سے کم ثابت نہیں) اور قاعدہ ہے کہ اگر کسی روایت کو تلقی بالقبول حاصل ہو جائے تو روایت صحت کا درجہ پالیتی ہے۔

1: امام شافعی (204ھ) فرماتے ہیں: حدیث لا وصیہ لوارث إنہ لا یثبتہ أھل الحدیث و لکن العامہ تلقتہ بالقبول و عملوا بہ حتی جعلوہ ناسخاً لآیۃ الوصیۃ.

(فتح المغیث شرح ألفیۃ الحدیث للسخاوي ج1 ص289)

ترجمہ: محدثین اس حدیث کو [صحیح سند کے ساتھ] ثابت نہیں مانتے لیکن عامہ علماء نے اس کو قبول کر لیا ہے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ انھوں نے اس حدیث کو آیت وصیت کا ناسخ قرار دیا ہے۔

2: امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (911ھ) فرماتے ہیں:

قال بعضھم یحکم للحدیث بالصحۃ اذا تلقاہ الناس بالقبول وان لم یکن لہ اسناد صحیح.

(تدریب الراوی ص29)

بعض محدثین فرماتے ہیں کہ حدیث پر صحیح ہونے کا حکم اس وقت بھی لگایا جائے گا جب امت اس کو قبول کر لے، اگرچہ اس کی سند صحیح نہ ہو۔

3: حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وذہب بعضھم الی ان الحدیث اذا تاید بالعمل او تلقی من حال الضعف الی مرتبۃ القبول۔ قلت: و ھو الاوجہ عندی۔

(فیض الباری شرح البخاری: ج3، ص:409 کتاب الوصایا، باب الوصیۃ لوارث)

ترجمہ: بعض محدثین کی رائے یہ ہے کہ حدیث کی تائید جب عمل کے ساتھ ہو تو درجہ ضعف سے درجہ قبولیت پالیتی ہے۔ میں (علامہ کشمیری رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ یہی رائے میرے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے۔

4: غیر مقلد عالم ثناءاللہ امر تسری نے اعتراف کیا: ''بعض ضعف ایسے ہیں جو امت کی تلقی بالقبول سے رفع ہو گئے ہیں''

(اخبارِ اہل حدیث مورخہ 19 اپریل 1907 بحولہ رسائلِ اعظمی ص 331)

لہذا یہ روایت تلقی بالقبول ہونے کی وجہ سے یہ روایت صحیح و حجت ہے۔

جواب نمبر 3:

اس حدیث کو ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ سے روایت کرنے والے چار محدث ہیں۔

1: یزید بن ہارون: (مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 284 باب کم یصلی فِي رَمَضَانَ مِنْ رَكْعَةً)

2: علی بن جعد: (المعجم الکبیر للطبرانی ج 5 ص 433 رقم 11934)

3: ابو نعیم فضل بن دکین: (المنتخب من مسند عبد بن حمید ص 218 رقم 653،)

4: منصور بن ابی مزاحم: (السنن الکبری للبیہقی ج 2 ص 496 باب مَا رُوِيَ فِي عَدَدِ رَكَعَاتِ الْقِيَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ.)

اور یہ چاروں حضرات ثقہ ہیں۔

1: یزید بن ہارون: ثقہ، متقن۔ (تقریب التہذیب ص 638)

2: علی بن جعد: ثقہ، صدوق۔ (سیر اعلام النبلاء ج 10 ص 466)

3: ابو نعیم فضل بن دکین: الحافظ الکبیر، ثقہ ثبت۔ (تقریب التہذیب ص 475)

4: منصور بن ابی مزاحم: ثقہ۔ (تقریب التہذیب ص 576)

ان ثقہ و عظیم محدثین کا ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ سے بیس رکعت نقل کرنے میں متفق ہونا قوی تائید ہے کہ یہ حدیث ثابت و صحیح ہے ورنہ یہ ثقہ حضرات اس طرح متفق نہ ہوتے۔

دلیل نمبر 3 :

عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْب اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَمَرَ اُبَیَّ بْنَ کَعْب اَنْ یُّصَلِّیَ بِاللَّیْلِ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ یَصُوْمُوْنَ النَّھَارَ لَا یُحْسِنُوْنَ اَنْ یَّقْرَءُوْا فَلَوْ قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ عَلَیْھِمْ بِاللَّیْلِ فَقَالَ: یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! ھٰذَا شَیْءٌ لَمْ یَکُنْ۔ فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتُ وَلٰکِنَّہٗ اَحْسَنُ۔ فَصَلّٰی بِھِمْ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً

(اتحاف الخیرۃ المھرۃ علی المطالب العالیہ ج2ص424)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان شریف کی رات میں نماز (تراویح) پڑھاؤں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور (رات) قرأت (قرآن) اچھی نہیں کرتے۔ تو قرآن مجید کی رات کو تلاوت کرے تو اچھا ہے۔" حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے امیر المومنین! یہ تلاوت کا طریقہ پہلے نہیں تھا۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " میں جانتا ہوں لیکن یہ طریقہ تلاوت اچھا ہے۔" تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھائی۔

اعتراض نمبر1:

آل حدیث نے لکھا: "یہ روایت اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری میں بغیر کسی سند کے احمد بن منیع کے حوالے مذکور ہے۔ سرفراز صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ "بے سند بات حجت نہیں ہو سکتی" (مقدار رکعات قیام رمضان ص74 از زئی غیر مقلد)

غلام مصطفی ظہیر نے بازاری زبان استعمال کرتے ہوئے لکھا: "بے سند روایات وہی پیش کرتے ہیں جنکی اپنی کوئی سند نہ ہو۔"

(آٹھ رکعت نماز تراویح ص8)

جواب:

اللہ تعالی جناب کو اخلاق حسنہ عطا فرمائے، الاحادیث المختارہ للمقدسی میں یہ روایت سند کے ساتھ موجود ہے۔ جناب کی "تسلی" کے لئے سند پیش خدمت ہے:

أخبرنا أبو عبد الله محمود بن أحمد بن عبد الرحمن الثقفي بأصبهان أن سعيد بن أبي الرجاء الصيرفي أخبرهم قراءة عليه أنا عبد الواحد بن أحمد البقال أنا عبيد الله بن يعقوب بن إسحاق أنا جدي إسحاق بن إبراهيم بن محمد بن جميل أنا أحمد بن منيع أنا الحسن بن موسى نا أبو جعفر الرازي عن الربيع بن أنس عن أبي العالية عن أبي بن كعب أن عمر أمر أبيا أن يصلي بالناس في رمضان الحديث

[الاحادیث المختارۃ للمقدسی ج3ص367 رقم1161]

اعتراض نمبر2:

علی زئی غیر مقلد نے لکھا:'' اس گھمنی ''دلیل'' کے راوی ابو جعفر الرازی کی ربیع بن انس سے روایت میں بہت اضطراب ہوتا ہے...اور یہ بھی اسی سند سے ہے، لہٰذا ضعیف ہے۔''

(ماہنامہ ضرب حق سرگودھا: جولائی 2012ء، انوار الصحیفہ ص15 از علی زئی)

جواب:

قارئین کرام! آپ غیر مقلدین کی ''تہذیب'' ملاحظہ فرمائیں اثر خلیفہ راشد کے لیے کس طرز کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، گھمنی دلیل کہہ کر اسے رد کر رہے ہیں۔ کیا یہی اخلاق محمدی ہیں؟! اگر اسی کا نام ''عمل بالحدیث'' ہے تو یہ غیر مقلدین کو مبارک.... خیر جواب پیشِ خدمت ہے۔

اولاً:...ابو جعفر رازی صالح الحدیث، ثقہ اور صدوق ہیں۔ ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے اور امام ذہلی فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی تضعیف کرتے کسی کو نہیں پایا۔

(بذل المجہود ج2 ص223)

اور ربیع بن انس کو امام عجلی اور ابو حاتم رازی نے ثقہ کہا ہے۔ امام نسائی فرماتے ہیں اس کی حدیث میں کوئی اعتراض نہیں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج2 ص201)

نیز خود زبیر علی زئی نے ایک مقام پر لکھا ہے: ''خالد بن یزید العتکی، ابو جعفر الرازی اور ربیع بن انس تینوں جمہور محدثین کی توثیق کی وجہ سے حسن الحدیث تھے۔''

(الحدیث: شمارہ72 ص5)

ثانیاً:...ابو جعفر رازی عن الربیع بن انس کی سند کو محققین اور خود غیر مقلدوں کے ''بزرگوں'' نے صحیح قرار دیا ہے مثلاً:

1: علامہ سیوطی: حضرت ابی ابن کعب کے ایک نسخہ کا ذکر کر کے جس کی سند '' اَبُو جَعْفَرِ الرَّازِیُّ عَنِ الرَّبِیعِ بْنِ اَنَس'' ہے، فرماتے ہیں:

وھذا إسناد صحیح.

(الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی: ج2 ص498 طبقۃ التابعین)

2: محمد حسین الذہبی: ایک روایت جس کی سند " اَبُو جَعْفَرِ الرَّازِیُّ عَنِ الرَّبِیعِ بْنِ اَنَس" ہے، نقل کر کے فرماتے ہیں:

وھذہ طریق صحیحۃ.

(التفسیر والمفسرون ج2ص24)

3: امام بیہقی ایک سند کے متعلق امام ابو عبداللہ کا قول نقل کرتے ہیں جس میں ابو جعفر الرازی ربیع بن انس سے روایت کرتے ہیں:

ھَذَا اِسْنَادٌ صَحِیحٌ.

(السنن الکبریٰ: ج2ص201)

4: البانی صاحب اس جیسی سند کے متعلق لکھتے ہیں: " صحیح".

(سنن ابی داؤد باحکام الالبانی: تحت ح2573)

5: حاشیۃ الاحادیث المختارۃ: کئی مقامات پر ایسی سند کو "اِسنادہ حسن" لکھا جس میں ابو جعفر الرازی ربیع بن انس سے روایت کرتے ہیں۔

(حاشیۃ الاحادیث المختارۃ: اِسنادہ حسن رقم الحدیث 2119)

6: امام ابو عبداللہ الحاکم اس جیسی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

صحیح الاسناد.

(المستدرک: ج2/ص434ح3510)

ثالثاً:...اعتراض کرنے والے جناب زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک ضیاء مقدسی کا کسی روایت کو "الاحادیث المختارۃ" میں تخریج کرنا اس روایت کی تصحیح شمار ہوتا ہے۔

(دیکھیے: تعداد رکعت قیام رمضان: ص23)

اور یہی روایت ضیاء المقدسی نے الاحادیث المختارہ میں تخریج کی ہے۔

(حدیث نمبر1161)

لہذا زئی اصول کے تحت بھی یہ راویت صحیح ہے۔

علی زئی صاحب پر یہ شعر صادق آتا ہے:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں ☆☆☆لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

رابعاً:... غیر مقلدین کے ممدوح علامہ ابن تیمیہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بیس رکعت پڑھانے کو ثابت مانتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث فرأی اکثر من العلماء ان ذلک ھو السنۃ لانہ قام بین المھاجرین والانصار ولم ینکرہ منکر.

(فتاویٰ ابن تیمیہ قدیم ص186/ج1، فتاویٰ ابن تیمیہ جدید ص112ج23)

ترجمہ: یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعب لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔اس لئے علماء کی اکثریت کی رائے میں بیس ہی سنت ہیں کیونکہ حضرت ابی بن کعب نے بیس رکعت مہاجرین اور انصار صحابہ کے سامنے پڑھائی ہیں اور کسی نے بھی (بیس تراویح کے سنت ہونے کا) انکار نہیں کیا۔

لہذا غیر مقلدین کا اعتراض باطل ہے۔

دلیل نمبر4 :

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ الْجَوْھَرِیُّ اَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ یَّزِیْدَ بْنِ خُصَیْفَۃَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ کَانُوْا یَقُوْمُوْنَ عَلٰی عَھْدِ عُمَرَ فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَاِنْ کَانُوْا لَیَقْرَؤُوْنَ بِالْمِئَیْنِ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔

(مسند ابن الجعد ص413، معرفۃ السنن و الآثار للبیہقی: ج2ص305)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمضان شریف کے مہینہ میں بیس رکعات (نماز تراویح) پابندی سے پڑھتے اور قرآن مجید کی دو سو آیات پڑھتے تھے۔

تحقیق السند: اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

اعتراض:

آل حدیث نے لکھا:

1: یہ روایت شاذ ہے... شاذ روایت ضعیف ہوتی ہے۔

2: موطا مالک کی محفوظ روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائے۔

(ضرب حق: جولائی 2012ء مضمون علیزئی)

بعض الناس نے لکھا: یزید بن خصیفہ نے محمد بن یوسف کی مخالفت کی ہے۔

(الحدیث شمارہ 76 ص 40، مضمون زبیر صادق آبادی)

جواب:

اس اعتراض کے جواب کے لیے تین باتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

1: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تعداد رکعات تراویح

2: ''یزید بن خصیفہ عن السائب بن یزید'' کے طریق کی اسنادی حیثیت

3: کیا یزید بن خصیفہ نے محمد بن یوسف کی مخالفت کی ہے؟

پہلی بات:

جہاں تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تراویح کی رکعات کا تعلق ہے تو وہ بلاشبہہ بیس ہیں (مضطرب اور ضعیف روایات کا کوئی اعتبار نہیں) تفصیل یہ ہے:

1: روایت حضرت ابی بن کعب... 20 رکعات

(ملاحظہ ہو دلیل نمبر 3- اسنادہ صحیح)

2: روایت سائب بن یزید... 20 رکعات

(زیر نظر روایت- اسنادہ صحیح علی شرط البخاری)

3: روایت محمد بن کعب القرظی... 20 رکعات

(قیام اللیل للمروزی: ص 157- قد احتج بہ المروزی وھو صحیح عندہ)

4:روایت یزید بن رومان...20رکعات

(موطاامام مالک:ص98-اسنادہ صحیح علی شرط البخاری ومسلم)

5:روایت یحیی بن سعید...20رکعات

(مصنف ابن ابی شیبہ:ج2ص285-اسنادہ صحیح علی شرط البخاری ومسلم)

6:روایت عبدالعزیز بن رفیع...20رکعات

(مصنف ابن ابی شیبہ:ج2ص285-اسنادہ صحیح)

7:روایت حسن بصری...20رکعات

(سنن ابی داؤد:ج1ص211-اسنادہ صحیح)

لہذا فرقہ اہل حدیث کا"گیارہ رکعات" کو محفوظ اور"بیس رکعات" کو شاذ گردانا باطل ہے۔

دوسری بات:

"یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید" کے طریق کی اسنادی حیثیت

1: عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ الْجَوْهَرِيُّ أَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ الخ

(مسند ابن الجعد ص413)

تحقیق السند:اسنادہ صحیح علی شرط البخاری

2: أَبُو بَكْرٍ الْبَيْهَقِيُّ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ فَنْجَوَيْهِ الدِّينَوَرِيُّ بِالدَّامَغَانِ ثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ السِّنِّيُّ أنبأ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْبَغَوِيُّ ثنا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ أَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ الخ

(السنن الکبری للبیہقی ج2ص496)

تحقیق السند:امام نووی فرماتے ہیں:اسناد صحیح.

(خلاصۃ الاحکام:تحت ح1961)

3: روی مالک من طریق یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید عشرین رکعۃ.

(نیل الاوطار للشوکانی ج2 ص514)

تحقیق السند: اسنادہ صحیح علی شرط البخاری و مسلم

نوٹ: یہ طریق صحیح البخاری ج1 ص312 پر موجود ہے۔ وللہ الحمد

تیسری بات:

کیا یزید بن خصیفہ نے محمد بن یوسف کی مخالفت کی ہے؟ اس پر تفصیلی کلام پیشِ خدمت ہے۔

تعداد رکعت کے حوالے سے حضرت سائب بن یزید سے روایت کرنے والے تین راوی ہیں:

1: یزید بن خصیفہ...20 رکعات

(مسند ابن الجعد)

2: حارث بن عبد الرحمن ابی ذباب...23 رکعات [وتر سمیت]

(مصنف عبد الرزاق)

3: محمد بن یوسف....

(تفصیل آگے آ رہی ہے)

سائب بن یزید کے تین شاگردوں میں سے یزید بن خصیفہ 20 رکعات اور حارث بن عبد الرحمن ابی ذباب 23 رکعات [مع الوتر] نقل کرتے ہیں، البتہ محمد بن یوسف نے دو باتوں میں اختلاف کیا ہے۔

1: یزید بن خصیفہ اور حارث بن عبد الرحمن ابی ذباب قاریوں کی تعداد نہیں بتاتے لیکن محمد بن یوسف نے بتائی ہے کہ دو تھے؛ ابی بن کعب اور تمیم داری۔

2: یزید بن خصیفہ اور حارث بن عبد الرحمن ابی ذباب تراویح بیس ہی نقل کرتے ہیں لیکن محمد بن یوسف نے تراویح کی تعداد گیارہ، تیرہ اور اکیس نقل کی۔

محمد بن یوسف کے شاگردوں کی تفصیل کچھ یوں ہے:

1:امام مالک...11رکعات

(موطاامام مالک)

2:یحیی بن سعید القطان...11رکعات

(مصنف ابن ابی شیبہ)

3:عبدالعزیز بن محمد الدَّرَاوَرْدِی...11رکعات

(سعید بن ابی منصور)

4: محمد بن اسحاق...13رکعات

(قیام اللیل للمروزی)

5:داؤد بن قیس وغیرہ ... 21 رکعات

(مصنف عبدالرزاق)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ محمد بن یوسف کے پانچوں شاگردوں کے بیانات عدد و کیفیت کے لحاظ سے باہم مختلف ہیں کہ...

ا: پہلے تین شاگرد گیارہ نقل کرتے ہیں اور محمد بن اسحاق تیرہ، جبکہ پانچواں شاگرد داؤد بن قیس اکیس رکعات نقل کرتا ہے۔

۲:امام مالک کی روایت میں گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم ہے عمل کا ذکر نہیں، یحیی القطان کی روایت میں حکم کا ذکر نہیں، عبدالعزیز بن محمد کی روایت میں گیارہ رکعت تو ہیں لیکن نہ حکم ہے اور نہ ابی بن کعب اور تمیم داری کا ذکر۔ محمد بن اسحاق کی روایت میں تیرہ رکعت کا ذکر ہے لیکن نہ حکم ہے اور نہ ابی و تمیم کا ذکر، اور داود بن قیس کی روایت میں حکم تو ہے لیکن گیارہ کی بجائے اکیس کا ذکر ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محمد بن یوسف کی یہ روایت شدید اضطراب کا شکار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محققین نے اسے وہم راوی قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں:

ان الاغلب عندی ان قولہ احدی عشرۃ وھم

(الزرقانی شرح موطا: ج1ص215)

ترجمہ: میرے نزدیک راجح یہی ہے کہ راوی کا قول ''احدی عشرۃ'' [گیارہ رکعت] وہم ہے۔

خلاصہ کلام:

1: یزید بن خصیفہ عن السائب بن یزید والی روایت صحیح و محفوظ ہے، شاذ کہنا غلط ہے۔

2: یزید بن خصیفہ کو محمد بن یوسف کا مخالف ٹھہرانا غلط ہے، کیونکہ یزید بن خصیفہ دیگر راویوں کی طرح بیس رکعت نقل کرتا ہے اور محمد بن یوسف کی روایت خود محققین کی نظر میں مضطرب اور وہم ہے اور بقاعدہ ''والاضطراب یوجب ضعف الحدیث''

(تقریب النووی مع شرحہ التدریب: ص234)

محمد بن یوسف والی روایت ضعیف ٹھہرتی ہے۔

3: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح صحیح اسانید کے ساتھ ثابت ہے۔ وللہ الحمد

دلیل نمبر 5 :

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَبُوْبَکْرِ الْبَیْہَقِیُّ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ الْحُسَیْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَیْنِ بْنِ فَنْجَوَیْہِ الدِّیْنَوَرِیُّ بِالدَّامَغَانِ ثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ السَّنِیُّ اَنْبَاَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ الْبَغَوِیُّ ثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ اَنْبَاَ اِبْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ خُصَیْفَۃَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ کَانُوْا یَقُوْمُوْنَ عَلٰی عَہْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِیْ شَہْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَاِنْ کَانُوْا لَیَقْرَءُوْنَ بِالْمِئَیْنِ وَکَانُوْا یَتَوَکَّئُوْنَ عَلٰی عَصِیِّہِمْ فِیْ عَہْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ مِنْ شِدَّۃِ الْقِیَامِ۔

(السنن الکبری للبیہقی: ج2ص496)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان شریف میں بیس رکعات (نماز تراویح) پابندی سے پڑھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ وہ قرآن مجید کی دو سو آیات تلاوت کرتے تھے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ قیام کے (لمبا ہونے کی وجہ سے) اپنی (لاٹھیوں) پر ٹیک لگاتے تھے۔

فائدہ: اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

تنبیہ: غیر مقلدین کی جانب سے دلیل نمبر 4 اور دلیل نمبر 5 پر ایک ہی اعتراض کیا گیا ہے جس کا جواب ما قبل میں سے دیا گیا ہے۔

دلیل نمبر 6

[۳]: اس میں تراویح کا ذکر ہے۔(ص158) جبکہ شیعہ اس کے سرے سے منکر ہیں۔

[۴]:اس میں سحری تاخیر سے کھانے اور افطاری جلدی کرنے کا ذکر ہے۔(ص211) جبکہ شیعہ کا عمل اس کے برعکس ہے۔

[۵]:اس میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایت موجود ہے۔(ص211) جبکہ شیعہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔

اور بھی بہت سے حوالہ جات جمع کیے جا سکتے ہیں۔

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ یہ اہل السنت کی کتاب ہے،اہل تشیع سے اس کا دور دور کا تعلق نہیں۔

ثانیاً..... اس کتاب کی اکثر احادیث کی تائید دیگر کتب اہل السنت سے بھی ہوتی ہے۔مثلاً

(۱) حدیث نمبر1 کی تائید....از مؤطاامام مالک حدیث نمبر32، صحیح بخاری حدیث نمبر158،162،183، صحیح مسلم حدیث نمبر236

(۲) حدیث نمبر67 کی تائید...از صحیح مسلم حدیث نمبر1389، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر725، مسند احمد حدیث نمبر13815

(۳) حدیث نمبر68 کی تائید...از مؤطاامام مالک حدیث نمبر1، صحیح البخاری حدیث نمبر499، سنن ابی داؤد حدیث نمبر394

(۴) حدیث نمبر70 کی تائید...از صحیح مسلم حدیث نمبر648، سنن النسائی حدیث نمبر859، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر1257

(۵) حدیث نمبر78 کی تائید...از سنن الترمذی حدیث نمبر3، سنن ابی داؤد حدیث نمبر61، سنن ابن ماجہ حدیث نمبر275

(۶) حدیث نمبر85 کی تائید...از جامع الترمذی حدیث نمبر312، سنن ابی داؤد حدیث نمبر824، سنن النسائی حدیث نمبر919

(۷) حدیث نمبر102 کی تائید...از مؤطاامام مالک حدیث نمبر149، صحیح البخاری حدیث نمبر590، صحیح مسلم حدیث نمبر

(۸) حدیث نمبر104 کی تائید...از صحیح مسلم حدیث نمبر673، سنن الترمذی حدیث نمبر235، سنن النسائی حدیث نمبر783

(۹) حدیث نمبر106 کی تائید...از مسند احمد حدیث نمبر18641، مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر3526

(۱۰) حدیث نمبر108 کی تائید...از سنن الترمذی حدیث نمبر230، صحیح ابن حبان حدیث نمبر2200، مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر377

اس کے علاوہ بے شمار تائیدات موجود ہیں۔یہ بھی اس بات کی قوی دلیل ہیں کہ یہ سنیوں کی کتاب ہے۔زئی صاحب و دیگر غیر مقلدین کا اس کو شیعوں کی کتاب کہہ کر انکار کرنا غلط ہے۔

جواب شق دوم:

اولاً... مقدمہ کتاب میں شائع کنندہ شیخ عبدالواسع بن یحییٰ الواسعی نے ابو خالد الواسطی کے حالات ذکر کیے اور ان پر کی گئی جروح کا جواب دیا ہے۔

(دیکھیے مقدمہ کتاب از ص11 تا ص15)

یہی وجہ ہے کہ مصر کے مفتی اعظم اور اپنے دور کے عظیم محقق عالم شیخ محمد بخیت مطیعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کی سند کو صحیح قرار دیا۔ فرماتے ہیں:

بالسند الصحیح الی الامام الشہید زید بن علی الخ.

(مقدمہ کتاب مسند زید: ص36)

ثانیاً... محدثین کا قاعدہ ہے کہ جس کتاب کی نسبت اپنے مصنف کی طرف مشہور ہو [کہ یہ کتاب فلاں مصنف کی ہے] تو مصنف سے لے کر ہم تک اس کی سند دیکھنے کی حاجت نہیں رہتی۔ یہ شہرت اس سند کے دیکھنے سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لان الکتاب المشہور الغنی بشہرتہ عن اعتبار الاسناد منا الی مصنفہ

(النکت لابن حجر ص56)

اور یہ قاعدہ ان محدثین و محققین کے ہاں پایا جاتا ہے؛ امام سخاوی (فتح المغیث ج1 ص44)، امام ابن حجر (النکت ص56)، علامہ جزائری (توجیہ النظر ص378)، امام سیوطی (تدریب الراوی ج1 ص147)، امام کرمانی (شرح بخاری ج1 ص7)

اور مسند زید (المعروف المجموع الفقہی) کا امام زید بن علی کی کتاب ہونا واضح ہے۔ سر دست چند حوالہ جات چند محققین اور خود غیر مقلدین کے حوالہ جات پیش خدمت ہیں جنہوں نے اس کتاب کو حضرت امام شید کی کتاب مانا ہے:

1: علامہ شوکانی... (نیل الاوطار للشوکانی: ج1 ص297، ج2 ص244)

2: عمر رضا کحالہ.... (معجم المؤلفین: ج4 ص190)

3: غلام احمد حریری غیر مقلد... (تاریخ تفسیر و مفسرین: ص550)

لہذا نیچے والی سند دیکھنے کی حاجت ہی نہیں۔ اس لیے اس اعتراض کو لے کر کتاب کا انکار کرنا مردود ہے۔

خلاصہ کلام: اس روایت سے بیس رکعت تراویح ثابت ہے۔

دلیل نمبر 8 :

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَۃ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ حَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَیْسٍ عَنْ اَبِی الْحَسْنَاءِ اَنَّ عَلِیًّا اَمَرَ رَجُلًا یُّصَلِّیْ بِھِمْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص285)

ترجمہ: حضرت ابوالحسناء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھائیں!

اعتراض:

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اس کی سند میں ابوالحسناء مجہول ہے....اور اس کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔

(ضرب حق: جولائی 2012ء مضمون علیزئی، وغیرہ)

گویا یہ روایت مرسل بھی ہے۔

جواب:

اولاً:۔۔۔۔ عند الاحناف خیر القرون کی جہالت، تدلیس اور ارسال جرح ہی نہیں اور شوافع کے ہاں متابعت سے یہ جرح ختم ہو گئی کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس رکعت تراویح روایت کرنے میں ابوالحسناء اکیلے نہیں بلکہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور امام ابو عبدالرحمن سلمی بھی یہی روایت کرتے ہیں۔

(تجلیات صفدر ج3ص328)

ثانیاً:۔۔۔۔ابوالحسناء سے دو راوی یہ روایت نقل کر رہے ہیں:

1: عمرو بن قیس۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص285)

2: ابو سعید البقال۔(السنن الکبریٰ للبیہقی ج2ص497)

اور یہ دونوں بالترتیب ثقہ اور صدوق ہیں۔(تقریب التہذیب ص456 و ص299)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں؛ من روی عنہ اکثر من واحد ولم یوثق الیہ الاشارۃ بلفظ مستور او مجہول الحال.

(تقریب التہذیب: ص111)

ترجمہ: جس راوی سے ایک سے زائد راوی روایت کریں اور اس کی توثیق کی گئی ہو تو اس کی طرف لفظ مستور یا مجہول الحال سے اشارہ کیا جاتا ہے۔

یہاں ابوالحسناء سے بھی دو راوی یہ روایت نقل کر رہے ہیں۔ لہذا اصولی طور پر یہ مجہول نہیں بلکہ مستور راوی بنتا ہے۔ غیر مقلدین کا اسے مجہول کہنا محل تعجب ہے۔

الحاصل ابوالحسناء مستور راوی ٹھہرتا ہے اور محدثین کے ہاں قاعدہ ہے کہ مستور کی متابعت کوئی دوسرا راوی کرے جو مرتبہ میں اس سے بہتر یا برابر ہو تو اس کی روایت حسن ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"ومتی تُوبِعَ السيِّءُ الحفظ بمُعتبَر: كأنْ يكونَ فوقَهُ، أو مِثلَهُ، لا دونه، وكذا المختلِطِ الذي لم يتميز، والمستور، والإسناد المرسل، وكذا المدلَّس إذا لم يُعْرَف المحذوف منه صار حديثُهم حسناً، لا لذاته، بل وصْفُهُ بذلك باعتبارِ المجموع"

(نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر: ص234)

ترجمہ: جب سئ الحفظ راوی کی متابعت کسی معتبر راوی سے ہو جائے جو مرتبہ میں اس سے بہتر یا برابر ہو کم نہ ہو، اسی طرح مختلط راوی جس کی روایت میں تمیز نہ ہو سکے اور اسی طرح مستور، مرسل اور مدلس کوئی تائید کر دے تو ان سب کی روایات حسن ہو جائیں گی اپنی ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ مجموعی حیثیت کے اعتبار سے۔

ابوالحسناء کی متابعت ابوعبدالرحمن نے کی ہے۔ (السنن الکبری للبیھقی ج2ص496)

اور یہ ابوالحسناء سے بڑھ کر ثقہ راوی ہے۔ اس لئے ابوالحسناء کی یہ روایت جمہور کے نزدیک بھی مقبول ہے۔ لہذا روایت صحیح و حجت ہے اور اعتراض باطل و مردود ہے۔

دلیل نمبر 9 :

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يُصَلِّيْ بِنَا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَيَنْصَرِفُ وَعَلَيْهِ لَيْلٌ... كَانَ يُصَلِّيْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ.

(قیام اللیل للمروزی ص157)

ترجمہ: حضرت زید بن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رمضان شریف میں ہمیں نماز (تراویح) پڑھاتے اور گھر کو لوٹ جاتے تو رات ابھی باقی ہوتی تھی آپ رضی اللہ عنہ بیس رکعات (تراویح) اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔

اعتراض:

غیر مقلد علیزئی صاحب نے لکھا: یہ روایت بے سند ہے اور بے سند روایت مردود ہوتی ہے۔

(تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ ص 81، ضرب حق: جولائی 2012ء مضمون علیزئی)

جواب:

یہ روایت ''بے سند و مردود'' نہیں بلکہ اس کی مکمل سند عمدۃ القاری شرح البخاری للعلامۃ العینی میں موجود ہے۔ زئی صاحب وغیرہ کا ''بے سند'' کا راگ الاپنا انتہائی شرمناک ہے اور بذاتِ خود مردود ہے۔ قارئین کے لیے افادہ قیہ سند یہاں نقل کی جاتی ہے:

رواہ محمد بن نصر المروزي قال أخبرنا یحیی بن یحیی أخبرنا حفص بن غیاث عن الأعمش عن زید بن وھب قال کان عبد اللہ بن مسعود. (عمدۃ القاری ج 8 ص 246 باب فضل من قام رمضان)

اس کے راویوں کی توثیق پیش خدمت ہے۔ غیر مقلدین حضرات ملاحظہ کریں اور شوق سے ''موتوا بغیظکم'' کا مصداق بنیں۔

(1) یحییٰ بن یحییٰ:

ابوزکریا یحییٰ بن یحییٰ بن بکر بن عبدالرحمن التمیمی۔ آپ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن الترمذی اور سنن النسائی کے راوی ہیں۔ ثقہ، ثبت اور امام ہیں۔ (تقریب التہذیب: 7668)

(2) حفص بن غیاث:

ابو عمر حفص بن غیاث النخعی القاضی۔ صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں۔ ثقہ اور فقیہ ہیں۔ (تقریب التہذیب: 1430)

(3) الاعمش:

سلیمان بن مہران الاعمش۔ صحیح البخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں اور بالاتفاق ثقہ ہیں۔

(تقریب التہذیب: 2615، الجرح والتعدیل: ج 4139)

(4) زید بن وھب:

ابو سلیمان زید بن وھب الجہنی۔ آپ صحیح البخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں۔ (تقریب التہذیب: 2159)

(5) عبداللہ بن مسعود:

آپ مشہور صحابی ہیں اور صحابہ میں بڑے علمی مقام کے مالک تھے۔(تقریب التہذیب:3613)

خلاصۃ التحقیق:

یہ سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔وللہ الحمد

دلیل نمبر10 :

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَۃ حَدَّثَنَا حُمَیْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ حَسَنٍ عَنْ عَبْدِالْعَزِیْزِ بْنِ رُفَیْعٍ قَالَ کَانَ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ فِیْ رَمَضَانَ بِالْمَدِیْنَۃِ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص285؛الترغیب والترھیب للاصبہانی ج2ص368)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں رمضان کے مہینے میں لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح)اور تین (رکعات)وتر پڑھاتے تھے۔

اعتراض:

یہ روایت منقطع ہے۔عبدالعزیز رفیع نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تھا۔(ضرب حق:جولائی2012ء مضمون علیزئی)

جواب:

امام عبدالعزیز بن رفیع م130ھ صحاح ستہ کے راوی ہیں اور خیر القرون کے ثقہ محدث ہیں۔(تقریب التہذیب: ص389)

اور جمہور محدثین خصوصاً عندالاحناف خیر القرون کا ارسال وانقطاع مضر صحت نہیں۔(تفصیل گزر چکی ہے)پس اعتراض باطل ہے۔

دلیل نمبر11 :

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَۃ حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرٍ قَالَ ثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِاللہِ بْنِ قَیْسٍ عَنْ شُتَیْرِ بْنِ شَکَلٍ اَنَّہٗ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَالْوِتْرَ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص285)

ترجمہ: حضرت شُتیر بن شکل رحمہ اللہ (حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ساتھی ہیں) رمضان شریف میں لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) اور وتر پڑھاتے تھے۔

اعتراض:

اس روایت کی سند ابو اسحاق سبیعی مدلس اور سفیان ثوری مدلس کے عن عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (ضرب حق: جولائی 2012ء مضمون علیزئی)

جواب نمبر 1:

ابو اسحاق السبیعی (ت 129ھ):

آپ خیر القرون کے ثقہ، مکثر اور عابد راوی ہیں۔ صحاح ستہ میں آپ سے روایات لی گئی ہیں۔ (تقریب التہذیب: 5065)

سفیان بن سعید الثوری (ت 161ھ):

آپ خیر القرون کے محدث ہیں۔ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ ثقہ، حافظ، فقیہ، عابد، امام اور حجت ہیں۔ (تقریب التہذیب: 2445)

اور احناف کے نزدیک خیر القرون کی تدلیس صحتِ حدیث کے منافی نہیں۔ (قواعد فی علوم الحدیث للعثمانی: ص 159 وغیرہ)

لہذا روایت صحیح ہے اور اعتراض باطل ہے۔

جواب نمبر 2:

تدلیس کے اعتبار سے محدثین نے رواۃ حدیث کے مختلف طبقات بنائے ہیں، بعض طبقات کی روایات کو صحت حدیث کے منافی جبکہ دوسرے بعض کی روایات کو مقبول قرار دیا ہے۔ مذکورہ دو راویوں کے بارے میں تحقیق پیشِ خدمت ہے:

ابو اسحاق السبیعی..... علامہ ابو سعید العلائی نے مدلسین کے تیسرے طبقہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر یہ طبقہ اپنی روایت میں تصریح سماع نہ کرے تو ایک جماعت ان کی روایت میں توقف کرتی ہے لیکن دوسرے حضرات محدثین نے حسن بصری، قتادہ بن دعامہ، ابو اسحاق السبیعی، ابو زبیر المکی، ابو سفیان طلحہ بن نافع اور عبد الملک بن عمیر کی روایات کو مطلقاً قبول کیا ہے۔ علامہ العلائی کے طرز بیان سے اسی موقف کو ترجیح ہوتی ہے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

و قبلهم آخرون مطلقا كالطبقة التي قبلها لأحد الأسباب المتقدمة كالحسن و قتادة و أبي إسحاق السبيعي و أبي الزبير المكي و أبي سفيان طلحة بن نافع و عبد الملك بن عمير.
(جامع التحصیل للعلائی: ص 113)

امام حاکم رحمہ اللہ نے بھی منجملہ انہی حضرات کے بارے میں کہا ہے کہ ان کی تدلیس کسی بھی کتاب میں صحت حدیث کے منافی نہیں۔آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فمن المدلسين من دلس عن الثقات الذين هم في الثقة مثل الحدث أو فوقه أو دونه إلا أنهم لم يخرجوا من عداد الذين يقبل أخبارهم فمنهم من التابعين أبو سفيان طلحة بن نافع و قتادة بن دعامة و غيرهما۔(معرفت علوم الحدیث للحاکم ص:103)

[واضح رہے کہ امام حاکم نے بھی انہی حضرات کا نام لیا ہے،ابو اسحاق السبیعی کے نام کی صراحت اگرچہ نہیں کی لیکن اس طبقہ کے حضرات کا ذکر کر کے ''وغیرہما'' کہنے میں باقی حضرات مثلاً حسن بصری،ابو اسحاق السبیعی،ابو زبیر المکی اور عبد الملک بن عمیر کی طرف واضح اشارہ ہے اور اس طرز کی تعبیرات اہل علم پر مخفی نہیں]

علامہ ابن حزم محدثین کا ضابطہ بیان کرتے ہوئے ان مدلسین کی فہرست بتاتے ہیں جن کی روایتیں باوجود تدلیس کے صحیح ہیں اور ان کی تدلیس سے صحت حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔چنانچہ لکھتے ہیں:

منهم كان جلة أصحاب الحديث و أئمة المسلمين كالحسن البصري و أبي إسحاق السبيعي و قتادة بن دعامة و عمرو بن دينار و سليمان الأعمش و أبي الزبير و سفيان الثوري و سفيان بن عيينة۔

(الاحکام لابن حزم ج2،ص141،142 فصل من یلزم قبول نقلہ الاخبار)

اور اس میں یہی امام ابو اسحاق السبیعی بھی ہیں۔

امام سفیان بن سعید الثوری.... آپ کو محدثین کی ایک جماعت جن میں امام ابو سعید العلائی،علامہ ابن حجر،محدث ابن العجمی شامل ہیں،نے ''طبقہ ثانیہ'' میں شمار کیا ہے۔(جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص113،طبقات المدلسین ص64،التعلق الامین علی کتاب التبیین لاسماء المدلسین ص92)

نیز عصرِ حاضر میں الدکتور العواد الخلف اور سید عبد الماجد الغوری نے بھی امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کو مرتبہ/طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے۔(روایات المدلسین للعواد الخلف ص170،التدلیس والمدلسون للغوری ص104)

خود علی زئی غیر مقلد کے ''شیخ'' بدیع الدین راشدی غیر مقلد نے بھی امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کو طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے۔(جزء منظوم ص89)

اور محدثین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ طبقہ ثانیہ کے مدلس کی روایت مقبول ہے،اس کی تدلیس صحت حدیث کے منافی نہیں۔

(التدلیس والمدلسون للغوری ص104،جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص113،روایات المدلسین للعواد الخلف ص32)

(مزید دیکھیے قافلہ حق: جلد نمبر6 شمارہ نمبر3)

لہذا یہ روایت صحیح و حجت ہے اور امام ابو اسحاق السبیعی اور امام سفیان الثوری کے عن عن کی وجہ سے ضعف کا الزام لگانا باطل ہے۔

دلیل نمبر 12 :

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَۃ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَۃ عَنْ خَلَف عَنْ رِبْعِیٍّ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ خَیْرًا عَنْ اَبِی الْبَخْتَرِیِّ اَنَّہٗ کَانَ یُصَلِّیْ خَمْسَ تَرْوِیْحَات فِیْ رَمَضَانَ وَیُوْتِرُ بِثَلَاث.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 285)

ترجمہ: حضرت ابو البختری رحمہ اللہ رمضان شریف میں (نماز تراویح) پانچ ترویحے (بیس رکعات) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

اعتراض:

غیر مقلدین نے لکھا:

یہ روایت اس وجہ سے ضعیف ہے کہ اس کے دو راویوں خلف اور ربیع دونوں کا تعین نامعلوم ہے۔ (ضرب حق: جولائی 2012ء از علیزئی)

جواب:

یہ اعتراض بھی چند وجوہ سے مردود ہے، اس لیے کہ:

اولاً... ''خلف'' راوی سے روایت کرنے والے امام شعبہ ہیں اور امام شعبہ کی عادت ہے کہ آپ ثقہ ہی سے راویت کرتے ہیں۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

من عرف من حاله أنه لا يروي عن ثقة فأنه إذا روى عن رجل وصف بكونه ثقة عنده كمالك وشعبة الخ.

(لسان المیزان: ج 1 ص 14)

کہ اگر کسی شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ اس کی عادت صرف ثقہ سے روایت کرنے کی ہے، پھر وہ کسی سے روایت کرتا ہے تو یہ شخص اس کے ہاں ثقہ تصور کیا جائے گا جیسے امام مالک اور امام شعبہ وغیرہ

خود غیر مقلدین کے ہاں بھی یہی اصول ہے کہ امام شعبہ اس راوی سے روایت لیتے ہیں جو ثقہ ہو اور اس کی احادیث صحیح ہوں۔

(القول المقبول فی شرح صلوۃ الرسول: ص 386، نیل الاوطار: ج 1 ص 16)

جب خلف ثقہ ہے تو تعیین کی چنداں ضرورت نہیں۔ علاوہ ازیں غور کیا جائے تو خلف سے مراد خلف بن حوشب الکوفی ہیں جو چھٹے طبقہ کے ثقہ راوی ہیں۔(التقریب: ص194)اس پر دلیل یہ ہے کہ خلف بن حوشب الکوفی سے روایت کرنے والوں میں اول نام شعبہ بن الحجاج کا ملتا ہے جیسا کہ علامہ ابن حجر نے اس کا ذکر کیا ہے۔(دیکھیے تہذیب التہذیب: ج3ص129)

مزید تفصیل دیکھیے: اعلاء السنن للعثمانی: ج7ص77، ص78

ثانیاً....''ربیع'' کے بارے میں خود مصنف ابن ابی شیبہ کی سند میں صراحت ہے: ''وَاثْنٰی عَلَیْہِ خَیْرًا'' جو خود اس راوی کی توثیق کی دلیل ہے۔اس لیے اس کی تعیین کی ضرورت نہیں ہے۔

خلاصہ: اس صحیح السند روایت سے بیس رکعت تراویح ثابت ہے۔ وللہ الحمد

دلیل نمبر 13 :

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَۃ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُکَیْنٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ عُبَیْدٍ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ رَبِیْعَۃَ کَانَ یُصَلِّیْ بِھِمْ فِیْ رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ وَّیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص285)

ترجمہ: حضرت علی بن ربیعہ رحمہ اللہ رمضان شریف میں لوگوں کو پانچ ترویحے (بیس رکعات نماز تراویح) اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔

اعتراض:

غیر مقلدین نے لکھا:

''تابعی کے اس اثر سے استدلال کئی وجہ سے غلط ہے: 1: یہ نہ تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے اور نہ کسی صحابی کا اثر ہے۔

2: تابعی مذکور سے یہ ثابت نہیں کہ بیس رکعات سنت موکدہ ہیں اور ان سے کم وزیادہ جائز نہیں۔(ضرب حق: جولائی 2012ء مضمون علیزئی)

جواب:

اولاً.....آثار تابعین سے استدلال کرنا جلیل القدر محدثین (اصلی اہلحدیث) کا طریقہ ہے بلکہ تبع تابعین کے آثار سے بھی محدثین استدلال کرتے ہیں۔ سر دست امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دو حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

1: وَقَالَ عَطَاءٌ آمِیْنَ دُعَاءٌ. (صحیح البخاری: ج1ص107)

کہ عطاء(تابعی) کہتے ہیں کہ آمین دعا ہے۔

2:وَصَافَحَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ابْنَ الْمُبَارَكِ بِيَدَيْهِ.(صحیح البخاری:ج2ص926)

کہ حماد بن زید نے ابن المبارک سے دو ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔(یہ دونوں تبع تابعی ہیں)

لہذا غیر مقلدین کو چاہیے کہ ''آثار تابعین'' وغیرہ کو بلاوجہ رد کرنے سے باز رہیں اور ''اہلحدیث'' ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر کے عوام کو دھوکہ نہ دیں۔

ثانیاً.....فرقہ اہلحدیث کا یہ کہنا کہ ''تابعی مذکور سے یہ ثابت نہیں کہ بیس رکعات سنت موکدہ ہیں اور ان سے کم و زیادہ جائز نہیں'' سوائے شیطانی وسوسہ کے کچھ نہیں۔اس لیے کہ علی بن ربیعہ کا بیس رکعت پڑھانا ہی دلیل ہے کہ تراویح کی تعداد بیس رکعت ہی ہے۔اگر اس سے کم ہوتی تو راوی ضرور بیان فرماتے۔حیرت ہے غیر مقلدین کی عقل پر!!

تنبیہ:اگر غور سے دیکھا جائے تو غیر مقلدین کا یہ اعتراض اور روایات کو اس طرح رد کرنے کا طرز عمل انکار حدیث کا چور دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔اس لیے کہ احادیث میں کئی احکامات ایسے ہیں جو منقول تو ہیں لیکن صراحت سے یہ ثابت نہیں کہ ان سے کم و زیادہ جائز نہیں....تو کیا غیر مقلدین کے اصول کے تحت ان احادیث واحکام کا انکار کر دیا جائے؟!(معاذاللہ)

دلیل نمبر14 :

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّونَ ثَلَاثًا وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2ص285)

ترجمہ: جلیل القدر تابعی حضرت عطار حمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے(صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ جیسے)لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھتے پایا ہے۔

اعتراض:

اس اثر میں لوگوں سے کون مراد ہیں؟؟کوئی وضاحت نہیں اور عین ممکن ہے کہ تابعین مراد ہو اور بعض تابعین کا اختلافی عمل ادلہ اربعہ میں سے کوئی دلیل نہیں ہے۔(ضرب حق:جولائی2012ء مضمون علیزئی)

جواب:

1:اس اثر میں حضرت عطاء بن ابی رباح ہیں جنہوں نے دو سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے۔

(نماز نبوی: ص124 تحقیق و تخریج زبیر علیزئی)

یقینی بات ہے کہ ''لوگوں'' سے مراد اس دور کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ ہیں، اور صحابہ و تابعین کا عمل حجت ہے۔

2: آل حدیث کا یہ کہنا ''....تابعین کا اختلافی عمل ادلہ اربعہ میں سے کوئی دلیل نہیں ہے۔'' مردود ہے، اس لیے کہ ادلہ اربعہ میں سے دوسری دلیل ''سنت'' ہے، جس کی تعریف یہ ہے:

الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین. (کتب اصول)

کہ دین میں جاری طریقے کا نام سنت ہے۔

ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کا عمل بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جاری عمل (20 رکعت) کا ایک تسلسل ہے جو یقیناً دلیل شرعی ہے۔ غیر مقلدین کا اسے دلیل نہ ماننا انتہائی شرمناک ہے۔

تنبیہ:

خود معترض (علیزئی صاحب) نے ''القول المبین'' (ص 53) میں ایک روایت نقل کی جس کا ترجمہ خود اسی کے الفاظ میں یہ ہے:

''میں نے عکرمہ (تابعی) سے سنا وہ کہہ رہے تھے، میں نے لوگوں کو (ان مساجد میں) اس حال میں پایا کہ جب امام İ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین Ì کہتا تو لوگوں کے آمین کہنے سے مسجد گونج اٹھتی تھی۔''

یہاں بھی لفظ ''لوگوں'' ہے لیکن علیزئی صاحب طوطے کی طرح آنکھیں بند کر کے یہاں سے گزر گئے اور یہ ''فرمانے'' کی زحمت گوارا نہ کی کہ '' اس اثر میں لوگوں سے کون مراد ہیں؟؟ کوئی وضاحت نہیں اور عین ممکن ہے کہ تابعین مراد ہو اور بعض تابعین کا اختلافی عمل ادلہ اربعہ میں سے کوئی دلیل نہیں ہے۔''

واقعی اس قوم نے خیانت میں یہود کے بھی کان کاٹ دیے۔

دلیل نمبر 15 :

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَۃ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃ عَنْ حَجَّاج عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْحَارِثِ اَنَّہٗ کَانَ یَؤُمُّ النَّاسَ فِیْ رَمَضَانَ بِاللَّیْلِ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَیُوْتِرُ بِثَلَاث وَیَقْنُتُ قَبْلَ الرُّکُوْعِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 285)

ترجمہ: حضرت حارث رحمہ اللہ لوگوں کو رمضان شریف میں بیس رکعات نماز (تراویح) اور تین وتر باجماعت پڑھاتے تھے اور (دعائے) قنوت (جو کہ وتر میں پڑھی جاتی ہے) رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

اعتراض:

آل حدیث نے لکھا:

1: یہ روایت ابو معاویہ الضریر، حجاج بن ارطاۃ اور ابو اسحاق مدلسین کے عن عن عن کی وجہ سے حارث الاعور سے ثابت نہیں۔

2: حارث اعور بذات خود جمہور کے نزدیک مجروح، نیز شیعہ اور بقول امام شعبی: کذاب تھا۔

(ضرب حق: جولائی 2012ء مضمون علیزئی)

جواب:

ہر شق کا جواب پیش خدمت ہے:

شق اول کا جواب:

اولاً...

جمہور محدثین خصوصاً احناف کے نزدیک خیر القرون کی تدلیس مقبول ہے، موجب جرح نہیں۔

(قواعد فی علوم الحدیث: ص159، تجلیات صفدر: ج3 ص328)

ثانیاً...

(1) ابو معاویہ الضریر (م295ھ) کو حافظ ابن حجر نے دوسرے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ (طبقات المدلسین ص73)

اور دوسرے طبقہ کی تدلیس موجب جرح نہیں ہے۔

(2) حجاج بن ارطاۃ (م145ھ) خیر القرون کے راوی ہیں جن کی تدلیس موجب جرح نہیں۔ (حوالہ گزر چکا ہے)

(3)ابو اسحاق السبیعی (م129ھ) کی تدلیس کسی بھی کتاب میں موجب جرح نہیں۔(ابو اسحاق السبیعی کے بارے میں دلیل نمبر11 پر اعتراض کے جواب کے ذیل میں تفصیل سے کلام گزر چکا ہے)

ان حقائق کی روشنی میں عنعنہ کی وجہ سے روایت کے ضعف اور عدم ثبوت کا الزام مردود ہے۔

شق دوم کا جواب:

حارث اعور پہ بعض محدثین کی جو جرح منقول ہے اس میں سے بعض خلافِ واقع ہے اور بعض کا تعلق روایت حدیث سے نہیں بلکہ محض رائے اور فہم سے ہے۔چنانچہ حارث اعور کے متعلق چند باتیں پیش خدمت ہیں:

اول:

حارث اعور کی تعدیل وتوثیق ان حضرات نے کی ہے:

1:امام یحییٰ بن معین (قال): الحارث الاعور قد سمع من ابن مسعود، هو الحارث بن عبد الله، ليس به باس. کہ حارث اعور نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایات سنی ہیں، یہ حارث بن عبداللہ ہے۔ یہ لا باس بہ ہے۔(''لا باس بہ'' کلمہ توثیق ہے)

(تاریخ ابن معین رقم1427۔1751)

2:الدارمی عن ابن معین: وسالته: ای حال الحارث فی علی؟ فقال: ثقة. کہ میں نے ابن معین سے حارث کا حال پوچھا تو فرمایا: ثقہ ہے۔

(تاریخ الدارمی: رقم233)

3:النسائی (قال): ليس به باس. (سیر اعلام النبلاء ج4ص153)

4:الذھبی (قال): وكان من اوعية العلم. کہ حارث اعور علم کا سرچشمہ تھے۔(میزان الاعتدال للذھبی ج1ص437)

5: محمد بن سیرین (قال): كان من اصحاب ابن مسعود خمسة يوخذ عنهم، ادركت منهم اربعة وفاتنی الحارث فلم اره، وكان يفضل عليهم وكان احسنهم. کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے پانچ شاگردوں سے (ابن مسعود کا) علم حاصل کیا جاتا ہے، ان میں سے چار سے میں علم حاصل کر چکا ہوں لیکن حارث (اعور) سے میری ملاقات نہ ہو سکی، حارث ان چار پر فضیلت رکھتے تھے اور ان سے بہتر تھے۔

(میزان الاعتدال ج1ص438)

6:ابن حبان: اخرج عنه فی صحيحه. ان سے اپنی صحیح میں روایت لی ہے۔(صحیح ابن احبان: رقم 3252)

تنبیہ: معترض زبیر علی زئی کے نزدیک ابن حبان کا تخریج کرنا دلیل صحت ہے۔(المقول المتین: ص25)

دوم:

زئی صاحب نے کہا: (حارث اعور) بقول امام شعبی: کذاب تھا۔

عرض ہے کہ زئی صاحب نے امام شعبی کا قول نقل تو کیا لیکن اس کا مطلب و مفہوم چھٹی کا دودھ سمجھ کر پی گئے ہیں۔ لیجیے! ہم اس کا واضح مطلب محدثین کے بیانات کی روشنی میں عرض کرتے ہیں۔ علامہ ابن شاہین اپنی کتاب ''تاریخ اسماء الثقات'' میں نقل کرتے ہیں:

و قال أحمد بن صالح الحارث الاعور ثقة ما احفظه و أحسن ما رويعن علي و اثنى عليه... قيل لاحمد بن صالح فقول الشعبي حدثنا الحارث وكان كذابا فقال: لم يكن يكذب في الحديث إنما كان كذبه في رأيه. (تاریخ اسماء الثقات: ص71، ص72)

کہ احمد بن صالح نے فرمایا: حارث اعور ثقہ تھے اور قوی حافظہ کے مالک تھے۔ احمد بن صالح نے حارث اعور کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایات کی تعریف و تحسین کی۔ احمد بن صالح سے پوچھا گیا کہ شعبی تو حارث اعور کو کذاب کہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا: حدیث بیان کرنے میں وہ کذاب نہیں تھے بلکہ وہ جو بات اپنی رائے سے کہتے تھے کذب کی نسبت اس رائے کی طرف ہے۔

امام شعبی کے قول کا یہی مطلب ان حضرات نے بھی بیان کیا ہے:

☆حافظ ابن عبد البر المالکی (م463ھ)....[حاشیہ موارد الظمآن بتحقیق حسین سلین اسد: ج4 ص43]

☆حافظ شمس الدین الذہبی (م748ھ)...[سیر اعلام النبلاء: ج4 ص153]

☆حافظ ابن حجر (م852ھ)...[تقریب التہذیب: رقم الحدیث 1029]

رائے میں نسبت کذب کو روایت میں کذب بنا کر پیش کرنا علی زئی جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔ اللہ تعالیٰ خیانت سے محفوظ فرمائے۔

سوم:

بقول علی زئی حارث اعور شیعہ ہے۔ لہذا روایت مردود ہے

عرض ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں:

1: بدعت مکفرہ (کافر بنا دینے والی بدعت)

2: بدعت مفسقہ (فاسق بنادینے والی بدعت)

اگر کوئی شخص دین کے ضروری اور فطری امور کا انکار کر دیتا ہے جو تواتر سے ثابت ہوں یا ان کے برعکس اعتقاد رکھتا ہو تو یہ "بدعت مکفرہ" ہے۔ جس راوی میں یہ صفت ہو تو اس کی روایت جمہور کے ہاں مردود ہوتی ہے۔ (نزھۃ النظر: ص232 وغیرہ)

اگر کوئی شخص ایسی بدعت کا مرتکب ہو جو اس کو فاسق بنادیتی ہے تو اس کی روایت قابل قبول ہو گی بشرطیکہ وہ عادل وضابط ہو اور اپنی بدعت کی طرف دعوت نہ دیتا ہو اور نہ ایسی روایت بیان کرتا ہو جو اس کی بدعت کو تقویت دیتی ہو۔ (مقدمۃ ابن الصلاح: ص103، ھدی الساری: ص385 وغیرہ)

اس تفصیل کی روشنی میں عرض ہے کہ تشیع کی دو قسمیں ہیں:

1: تشیع بلا غلو

2: تشیع مع الغلو (جس کو رفض کامل بھی کہتے ہیں)

قسم اول کی روایت صدق وامانت کے ساتھ مقبول ہے کیونکہ یہ راوی اس بدعت کے ساتھ ساتھ نیک، صادق اللہجہ اور دین دار ہوتے ہیں۔ اسے بدعت صغریٰ بھی کہتے ہیں۔ اس قسم کو راویوں کی روایات مقبول ہوتی ہیں۔ چنانچہ علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

فھذا کثیر في التابعین وتابعیھم مع الدین والورع والصدق، فلو رد حدیث ھؤلاء لذھب جملۃ من الآثار النبویۃ، وھذہ مفسدۃ بینۃ. (سیر اعلام النبلاء: ج4 ص153)

یہ قسم بہت سے تابعین اور تبع تابعین میں پائی جاتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ ان حضرات میں دین داری، عبادت وریاضت اور صدق کی صفات پائی جاتی ہیں۔ اگر ان کی حدیث کو رد کر دیا جائے تو تمام آثار نبویہ جاتے رہیں گے اور یہ بہت بڑا مفسدہ ہے۔

چنانچہ "ابان بن تغلب الکوفی" کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

أبان بن تغلب الکوفي شیعي جلد، لکنہ صدوق، فلنا صدقہ وعلیہ بدعتہ وقد وثقہ أحمد بن حنبل، وابن معین، وأبو حاتم. (سیر اعلام النبلاء: ج4 ص153)

کہ ابان بن تغلب کوفی شیعی تو ہے لیکن سچا ہے۔ ہمیں اس کا سچا ہونا مبارک اور اس کو اس کا بدعتی ہونا مبارک۔ اس کو احمد بن حنبل، ابن معین اور ابو حاتم الرازی نے "ثقہ" قرار دیا ہے۔

جبکہ کچھ رواۃ اس کے برعکس ہوتے ہیں اور جھوٹ بولنا اور تقیہ کرنا ان کے نزدیک جزو ایمان ہوتا ہے اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی گستاخی ان کی رگ رگ میں بسی ہوتی ہے۔ اسے بدعت کبریٰ کہتے ہیں اور اس قسم کے راویوں کی روایت مردود ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

فھذا النوع لا یحتج بھم ولا کرامۃ. (سیر اعلام النبلاء: ج4 ص153)

کہ اس قسم کے راویوں کی روایت کو ہر گز دلیل نہیں بنایا جاسکتا اور نہ یہ لوگ کسی عزت واحترام کے مستحق ہیں۔

حارث اعور پر جو الزام تشیع ہے وہ قسم اول کا ہے جس کی روایت صدق وامانت کی شرائط کے ساتھ مقبول ہوتی ہے۔اس کے متعلق محدثین کے توثیقی کلمات ماقبل میں گزر چکے ہیں۔اگر یہ تشیع میں غالی، جھوٹا اور تقیہ باز ہوتا (معاذاللہ) تو محدثین اس کی توثیق ہر گز نہ فرماتے۔

نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ شیعہ تراویح کے سرے سے منکر ہیں۔اگر یہ راوی غالی اور مردود الروایۃ شیعہ ہوتا تو تراویح کے خلاف روایت کرتا جبکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔یہ بھی قوی دلیل ہے کہ یہ مردود الروایہ نہیں بلکہ مقبول الروایہ ہے۔

الزام تشیع کی تفصیلی تردید کے لیے دیکھیے: حاشیہ موارد الظمآن بتحقیق حسین سلیم اسد الدارانی: ج4 ص45 تا ص48

لہذا زئی صاحب کا اس کو شیعہ قرار دے کر روایت کو رد کرنا اصلاً مردود ہے۔

خلاصہ کلام:

ان تین باتوں کی روشنی میں تحقیقی فیصلہ یہ ہے کہ حارث اعور پر بعض لوگوں کی جرح ہے لیکن جید حضرات کی توثیق بھی ثابت ہے۔الزام کذب فی الروایۃ غلط ہے اور الزام تشیع بھی ایسا نہیں کہ ان کی روایت کو رد کر دیا جائے۔لہذا یہ حسن الحدیث راوی ہے۔یہی وجہ ہے کہ درج ذیل حضرات نے اس کی روایت کو "صحیح" یا کم از کم "حسن" قرار دیا ہے۔ملاحظہ ہو:

1: ناصر الدین الالبانی: الحارث الاعور سے مروی ایک روایت کی سند کو "صحیح" قرار دیا ہے۔(سنن ابی داؤد باحکام الالبانی: تحت ح2079)

2: شعیب الارنؤوط: اس سے مروی ایک روایت کی سند کو "صحیح" قرار دیا ہے۔(صحیح ابن حبان بتحقیق الارنؤوط: تحت ح3252)

3: حسین سلیم اسد الدارانی: اس سے مروی روایات کی سند کو "حسن" قرار دیا ہے۔(حاشیہ موارد الظمآن: ج4 ص43، سنن الدارمی: ج1 ص235)

4: ابو یوسف محمد بن حسن المصری: اس سے مروی ایک روایت کی سند کو "حسن" قرار دیا ہے۔(حاشیہ مسانید ابی یحییٰ فراس بن یحییٰ: ص87)

لہذا یہ روایت صحیح یا کم از کم حسن درجہ کی ہے اور اس سے بیس رکعت تراویح ثابت ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین.